بروایت حضرۃ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

مرتبہ محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

علوم و معارف حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی

فرمایا: ایک بار میں نے ایسی نادانی کی بات کی کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے درخواست کی کہ اپنے حالات بطور کچھ سوانح لکھوا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا خوب اپنے منہ میاں مٹھو بنوں۔ واقعی اپنے کو بزرگ سمجھنا کیا ہے۔ (راس الاربعین)

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک بیمار شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ حضرت میں بیمار ہو گیا تھا، اور افسوس ہے کہ میں مسجد حرام میں نماز نہ پڑھ سکا، آپ نے اس کے واسطے دعائے صحت فرمائی اور رخصت کیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد جب عرفاء کا مجمع رہ گیا تو فرمایا کہ یہ شخص عارف ہوتا تو ہرگز قلق نہ کرتا۔ کیونکہ جسطرح وصول کی یہ صورت ہے کہ حرم میں نماز پڑھو۔ یہ بھی ایک صورت ہے کہ عذر سے گھر میں نماز پڑھو اور حرم کو ترستے رہو، اس لئے عارف کی نظر میں دونوں حالتیں وصول کا سبب ہیں، اور یکساں ہیں۔ عارف تو ایک بندہ رضا جو ہے اس کا مقصود اداء صلوٰۃ ہے اگر مسجد حرم میں ہو سکتا تو وہاں ادا کرتا۔ اور عذر یا بیماری کی وجہ سے وہاں نہ ادا کر سکتا تو اپنے گھر پر کرتا اور حسب حدیث نماز کا وہی اجر ملتا جو تندرستی کی حالت میں حاضری حرم سے ملتا ہے۔ (الدنیا والآخرۃ)

فرمایا: طلب دنیا یعنی دنیا کمانا تو برا نہیں لیکن حب دنیا برا ہے۔ ہمارے حضرتؒ نے اسکی ایک مثال دی ہے۔ کہ مال مثل پانی کے ہے اور قلب مثل کشتی کے ہے

آب در کشتی ہلاک کشتی است — آب اندر زیر کشتی پشتی است

یعنی پانی کشتی کا معین ہے اور اسکو ڈبونے والا بھی ہے۔ اسطرح کہ کشتی سے باہر ہے تو معین ورنہ مہلک۔ اسی طرح مال ہے کہ اگر مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اور اگر قلب کے اندر اسکی محبت ہے تو مہلک ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

مال را گو بہر دین باشی حمول — نعم مال صالح گفت آں رسولؐ

یعنی مال کو اگر دین کے لئے جمع کرو تو اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا مال فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے نِعمَ المَالُ الصَّالِحُ لِرَجُلِ الصَّالِح - یعنی نیک مرد کی پاک کمائی اچھا مال ہے[1]۔ عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے خوب فرمایا ہے ؎

کسب دنیا تو کر ہوس کم کر　　　اس پہ تو دین کو مقدم کر

فرمایا: ہمارے حاجی صاحبؒ نے بھی وصیت کرنا چاہی تھی کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر بجہر ہوتا چلے، مگر مولوی اسمٰعیل صاحبؒ نے اختلاف کیا اور کہا حضرت یہ ایک نئی بات ہے کہیں رفتہ رفتہ بدعت کا دروازہ مفتوح نہ ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا جیسی رائے ہو۔ جب جنازہ کو لے کر چلے تو سب خاموش چل رہے تھے کہ ایک عرب نے کہا مَالَکُمْ سَاکِتِیْنَ اذکُرُوا اللّٰہ - یعنی خاموش کیوں چل رہے ہو خدا تعالیٰ کو یاد کرو۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ بے اختیار سارا مجمع ذکر بجہر کرنے لگا۔ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کہنے لگے میں نے حضرتؒ کو اس امر کی وصیت سے روک دیا تھا۔ اسکو کون روکتا۔ حق تعالیٰ نے حضرتؒ کی مراد خود پوری فرما دی[2]۔ حضرت مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے ؎

مے دہد یزداں مراد متقین　　　تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں

فرمایا: کہ مولوی تجمل حسین صاحبؒ بہار کے ایک شخص تھے۔ مثنوی اچھی پڑھتے تھے۔ کانپور میں میری بھی ان سے ملاقات ہوئی، حضرت حاجی صاحبؒ سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا قوال ہوں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے مرید تھے۔ حج کیلئے مکہ معظمہ گئے۔ چونکہ صبح کے وقت شافعی مصلیٰ پر ذرا لطف ہوتا ہے۔ اکثر لوگ صبح کی نماز اسی مصلیٰ پر پڑھتے ہیں۔ وقت بھی اچھا قرائت بھی طویل۔ اس وقت ایک قسم کا لطف ہوتا ہے جس وقت شافعیہ قنوت پڑھتے ہیں، حنفیہ چپ کھڑے رہتے ہیں۔ جب شافعی قنوت پڑھنے لگے تو ان پر ایک حالت طاری ہوئی۔ انہوں نے پندنامہ کی مناجات شروع کی ؎

پادشاہا جرم ما را در گذار　　　ما گناہ گاریم تو آمر زگار

نہایت ذوق و شوق اور درد کے ساتھ اسکو پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اسکی شکایت ہوئی مگر حضرتؒ چونکہ عارف تھے، صاحب حال پر ملامت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حضرات عارفین کو لغزش کا منشاء معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت سنتے رہے اور ہنستے رہے۔ کیونکہ نماز تو فاسد ہوئی نہ تھی، چنانچہ فقہا نے لکھا ہے کہ نماز

[1] التقویٰ ص۳۱　[2] خیر الحیات والممات ص۲　فضائل العلم ص۵۹

کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں اور حرمت اس لئے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے۔ اس لئے حضرت تبسم فرماتے رہے، باقی زبان سے اس تفصیل کا اس لئے اظہار نہ فرمایا کہ فتنہ ہوگا۔ اس موقع پر حضرتؒ کی جامعیت پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔[1] ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فرمایا، ہمارے حاجی صاحبؒ اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ کی رائے میں بیعت کے متعلق اختلاف تھا۔ حافظ صاحبؒ کی رائے یہ تھی کہ طالب طریق کو اصلاح اخلاق کا طریقہ اوّل بتلادیا جائے جب اخلاق درست ہوجائیں تب داخل سلسلہ کیا جائے اور حاجی صاحبؒ کی رائے یہ تھی کہ اول سلسلہ میں داخل کر لیتے۔ پھر اصلاح فرماتے تھے، پھر اصلاح یا تو شیخ کی برکت سے ہوجائے یا کسی کی حرکت سے ہوجائے یعنی وہ حرکت یا مرید کی طرف سے ہو یا شیخ کو اجازت دو کہ وہ حرکت کرکے تمہاری مرمت کیا کرے تو صاحب حاجی صاحبؒ میں تو برکت بہت زیادہ تھی اس لئے وہاں داخل سلسلہ کرتے ہی مرید کی اصلاح ہوجاتی تھی اور ہم لوگوں میں یہ برکت کہاں، یہاں تو حرکت سے کام چلے گا۔ ایک رند صاحب مجھ سے خود ایک قصہ بیان کرتے تھے کہ وہ حضرتؒ کی خدمت میں بیعت ہونے آئے اور کہنے لگے میں اس شرط پر بیعت ہوتا ہوں کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا، اور نماز نہیں پڑھوں گا۔ حضرت نے یہ شرط منظور فرمائی اور فرمایا ایک شرط ہماری بھی ہے وہ یہ کہ ہم کچھ مختصر سا ذکر بتلادیں گے۔ تم روزانہ اسے بلاناغہ کرلیا کرنا۔ اس نے یہ شرط منظور کرلی اور حضرتؒ نے اسے بیعت فرمالیا۔ یہاں اہل ظاہر کو شبہ ہوگا کہ حضرتؒ نے اس شخص کو ناچ دیکھنے اور نماز نہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ بلکہ یہ محض ظاہر میں اجازت دی تھی اور باطناً اسکو اچھی طرح جکڑ لیا تھا۔ یہ واقعہ اس واقعہ کی نظیر ہے، جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ وفد بنی ثقیف نے اسلام لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط کی تھی کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے اور جہاد نہ کریں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرمالیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اشکال پیش آیا اور انہوں نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا ان کو اسلام تو لانے دو، اسلام لانے کے بعد وہ سب کچھ کریں گے۔ واقعی اسلام لانے کے بعد انہوں نے سب کچھ کیا۔ اسی طرح حاجی صاحبؒ کو حق تعالیٰ کے بھروسہ پر اعتماد تھا کہ خدا تعالیٰ کا نام لینا، یہ جب شروع کرے گا۔ تو نماز بھی پڑھے گا اور ناچ بھی چھوڑ دیگا۔ چنانچہ حضرتؒ کا خیال درست ہوا۔ حضرتؒ کی برکت، دعا و توجہ کا اس طرح حق تعالیٰ نے ظہور فرمایا کہ جب بیعت ہونے کے بعد پہلی ہی نماز کا وقت آیا تو اس شخص کے بدن میں خارش پیدا ہوئی، گویا ایک

[1] اشرف التنبیہ وارواح ثلاثہ ص۲۹۳

عجبی سپاہی مسلط ہوگیا۔ خارش اس طرح بڑھی کہ ذراسی دیر میں بے چین کر دیا۔ اور جو تدبیریں کیں زیادتی ہوتی چلی گئی۔ پھر معاً یہ خیال آیا کہ ذرا ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں۔ شاید اس سے گرمی کو کچھ سکون ہو۔ ہاتھ پاؤں پر پانی ڈال کر خیال ہوا لاؤ وضو ہی کر لیں، وضو کا پورا ہونا تھا کہ آدھی خارش کم ہوگئی، پھر خیال ہوا کہ لاؤ نماز بھی پڑھ لیں، کوئی نماز پڑھنے سے قسم تو نہیں کھائی۔ ہاں پیر سے یہ شرط کر لی ہے کہ نماز کی پابندی نہ کرنے پر مجھے ٹوکا نہ جائے۔ چنانچہ نماز کو کھڑے ہو گئے، نماز کا شروع کرنا تھا کہ خارش کو بالکل سکون ہو گیا۔ ایک وقت تو اسکو اتفاقی امر سمجھا مگر جب دوسرے اور تیسرے وقت یہی کیفیت ہوئی کہ نماز کے وقت خارش اٹھتی اور یہ آدھی تو وضو سے کم ہو جاتی اور نماز سے بالکل سکون ہو جاتا، تو وہ شخص سمجھ گیا کہ یہ پیر کی کرامت ہے۔ مجھ سے تو کہہ دیا کہ شرط منظور ہے اور اندر ہی اندر ایک سپاہی مسلط کر دیا پھر وہ نماز کے پابند ہو گئے۔ پھر یہ خیال ہوا کہ پانچ وقت دربار الٰہی میں حاضری دے کر پھر ناچ گیا دیکھیں۔ سو ناچ سے بھی ان کو نفرت ہوگئی، تو حضرت رح کی ایسی برکت تھی کہ دوسرا کچھ کرنا بھی نہ چاہیے جب بھی وہ دوسرے طریقے سے کام لیا کرتے تھے لیکن اب ایسی برکت کہاں۔ اب تو اسکی ضرورت ہے کہ طالب خود بھی کچھ کرے اور جو طریقہ بتلایا جائے۔ اس پر عمل کرے خواہ کامل مجاہدہ نہ کرے۔ اس سے تو انشاء اللہ چند روز میں محبت پیدا ہو جائے گی، اور چونکہ میرے شیخ کا یہی طرز تھا کہ وہ اول طالب کے اندر محبت پیدا کرتے تھے پھر اعمال وغیرہ کی اصلاح کرتے تھے۔ یہی طرز مجھے بھی پسند ہے تو محبت قائد ہے، اس سے خود بخود حق تعالیٰ کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ اور خوف سائق ہے، وہ پیچھے سے ہانکتا ہے۔ کہ گو جی نہ چاہے مگر زبردستی چلنا پڑتا ہے[۱]

فرمایا: ہمارے حاجی صاحب رح کا واقعہ ہے کہ حضرت رح کو ایک شخص نے رقعہ دیا کہ آپ کا فلاں فلاں مرید ایسے ایسے کام کرتا ہے۔ اسکو منع کر دیجئے، ورنہ اندیشہ ہے کہ لوگ حضرت رح سے بے اعتقاد ہو جائیں گے۔ حضرت رح نے فرمایا بھائی دوسروں پر کیوں رکھتے ہو۔ اگر تمہارا جی بے اعتقاد ہونے کو چاہتا ہے تو تم بے اعتقاد ہو جاؤ اور مجھے تم لوگوں کی بے اعتقادی سے کیا ڈراتے ہو۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ مخلوق مجھے چھوڑ دے اور مردود سمجھ کر سب مجھ سے الگ ہو جائیں۔ ارے مجھے تو تمہارے اعتقاد نے پریشان کر دیا ہے۔ کہ مجھے اپنے خدا کو بھی یاد کرنے کا یکسوئی کے ساتھ وقت نہیں ملتا۔ واقعی عاشق تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا یہ حال ہو[۲]

چہ خوش است دشتہ و خرم روزگارے کہ یارے برخورد از وصل یارے

[۱] خیرالمیات والممات ص۳۳ تا ص۳۶ [۲] انفاظ القرآن ص۲۰